آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ❊ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۱ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء | نمبر ۳

چندہ سالانہ — عوام سے عہ — طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شا[ئع ہوا]

تعلیم اسلام

لیکچر موسومہ ٹیچنگز آف اسلام یعنی وہ لیکچر جو حضرت مسیح موعود کی طرف سے لاہور کے عظیم الشان جلسہ مذاہب میں ۱۸۹۶ء میں پڑھا گیا تھا اس کا انگریزی ترجمہ ولایت سے چھپ کر آگیا ہے۔ وہ دو سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مجلد کی قیمت عہ اور بے جلد کی ۱۴ر ہے چونکہ ولایت میں اسکی مفت اشاعت ہوگی اس لئے احباب اپنے لئے بھی خریدیں اور اس جگہ یا ولایت میں مفت تقسیم کرکر بھی ثواب لیں۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

قصائد احمدیہ
منظوم امام حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپ کے قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کرکے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیے گئے ہیں۔ یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزائن ہیں اور حضرت اقدس کے دلائل سے پر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں۔ یہ کتاب ۵۸ صفحوں پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۶ر شائقین دفتر میگزین قادیان سے طلب کریں۔

اطلاع۔ خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں۔

(مینیجر)

قاعدہ یسرنا القرآن۔ یعنی عربی کا قاعدہ جس کے پڑھنے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ ایسا مفید ثابت ہوا ہے اور اس قدر اس کی مانگ بڑھ گئی ہے کہ اب اسکا چوتھا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے اور کچھ دنوں بعد احباب کو پانچویں ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

پارہ اول۔ دوم۔ سوم۔ چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور یہ قاعدہ ختم کرکے بچے آسانی سے قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کرکے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اول۔ دوم۔ سوم خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے پڑھوائیں تا بچہ کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے ان بچوں کے لیے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ ان پر اعراب بہت صحیح اور اپنے اپنے موقعہ پر دیئے ہیں۔ نیز ہم نے ایسے قرآن شریف بھی منگوائے ہیں جو نسبتاً بہت صحیح ہیں اور اعراب اپنے اپنے موقعہ پر صحیح دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں عام قرآن شریفوں کی نسبت ان پر پڑھنے سے بچوں کو بہت سہولت ہوگی۔ تینوں پارے ۱ر فی پارہ کے حساب سے اور قرآن شریف بے جلد عہ دفتر میگزین قادیان سے مل سکتے ہیں۔

(مینیجر میگزین)

۱۔ ہمارے پاس قرآن شریف بے جلد ہیں اگر کوئی صاحب ہماری معرفت جلد بندھوا کر منگوانا چاہیں تو جیسی جلد چاہیں اس کی قیمت علیحدہ ہوگی۔ یا خود منگوا کر حسب منشا جلد بندھوا لیں۔

(مینیجر میگزین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے

(ترجمہ مضمون قاضی عبد الحق صاحب)

پردہ

معترضین کا قول ہے کہ اسلام نے پردہ کی رسم کو جاری کر کے عورت کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ کیا ہے۔ چونکہ اس مضمون پر اسی رسالہ میں سیر کن بحث ہو چکی ہے اور جس قدر پردہ کے متعلق اعتراض کیے جاتے ہیں اُن کا کافی جواب دیا جا چکا ہے* اس لیے اس وقت اس مضمون پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ گھر عورت کی سلطنت ہے اور عصمت اس کا عصائے شاہی ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بچوں پر حکومت کرتی ہے۔ اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنے کاروبار کے لیے یا دیگر ضروریات زندگی کے لیے گھر سے باہر جائے مگر اس کا باہر جانا جاہلانہ طریق پر نہ ہو بلکہ تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ کا مصداق ہو جس اصل پر پردہ کے حکم کی بنا ہے وہ یہ ہے کہ عورت سوسائٹی میں بدی کے پھیلنے اور لوگوں کے لیے بُرے لالچ کا ذریعہ نہ ہو۔ کامل عصمت اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ بدی کے تمام راستوں کا سد باب نہ کیا جاوے اور جن جن طریقوں سے شیطان انسان پر حملہ کرتا ہے اُن کو بند نہ کیا جاوے۔ ہانڈی کو آگ پر رکھ کر پھر یہ اُمید کرنا کہ اُس میں اُبال نہیں آئے گا یہ پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ اسلام ہر ایک بدی کو جڑھ سے کاٹتا ہے اور وہ انسان کو ان راہوں کے نزدیک جانے کی بھی اجازت

* ملاحظہ ہو ریویو اُردو بابت جنوری و فروری ۱۹۰۵ء

نہیں دیتا جن سے بدی انسان کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔ تمام احکام میں اُس نے اس اصل کو مدّ نظر رکھا ہے۔ پردہ کا حکم بھی اسی اصل پر مبنی ہے۔ مسیحی مذہب میں اس اصل سے کام نہیں لیا گیا یہی وجہ ہے کہ جسقدر بدکاری مسیحی ممالک میں پائی جاتی ہے اسلامی ممالک میں اُس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ بے پردگی کے بدنتائج کو دیکھ کر پھر بھی اسلامی پردہ پر اعتراض کرتے ہیں ؎

مرد اور عورت کا باہمی تعلق

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ یعنی عورتیں مردوں کے لیئے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیئے لباس ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں ایک خوبصورت تشبیہ کے ذریعہ مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے۔ لباس سے تین قسم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اوّل۔ لباس سردی اور گرمی سے انسان کو بچاتا ہے۔ دوم۔ وہ انسان کی برہنگی کو ڈھانپتا ہے۔ سوم وہ لوگوں کے لیئے زینت اور تجمل کا ذریعہ ہے۔ یہی تینوں خصوصیتیں مرد اور عورت کے تعلق میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کا تعلق ایک دوسرے کو بدی سے بچاتا ہے جیساکہ لباس دھوپ اور سردی کے ضرر سے انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح انسان میں طبعاً مؤانست کی خواہش پائی جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ زندگی میں اُس کا کوئی یار غمگسار اور محرم راز ہو انسان کی یہ خواہش بھی مرد و عورت کے تعلق سے پوری ہوتی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیئے یار غمگسار ہوتے ہیں۔ ایک کی عزّت دوسرے کی عزّت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کے مددگار اور مونس غمگسار ہوتے ہیں۔ تنہا شخص ایک برہنہ آدمی کی طرح ہوتا ہے مگر میاں بی بی کا تعلق اس تنہائی اور برہنگی کو دُور کرتا ہے۔ ایسا ہی ان دونوں کا جوڑا انکے لیئے زینت اور زیبائش کا موجب ہوتا ہے اور تنہائی کی بے مزگی کو دُور کرکے گھر کی رونق کو دوبالا کرتا ہے ؎

پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً خدائے تعالیٰ نے تمھارے درمیان پیار اور رحمت رکھدی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دونوں کا تعلق محبت اور پیار کا تعلق ہونا چاہیئے ؎

پھر خدائے تعالیٰ سورہ نساء میں فرماتا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔ (نساء - ۳) اور اُن سے یعنی عورتوں سے نیک برتاؤ کرو اور اگر تم اُنکو ناپسند کرو (پھر بھی اُن سے نیک سلوک رکھو) کیونکہ قریب ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اُس میں بڑی بھلائی رکھدے۔ اس آیہ کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ تم محض خدائے تعالیٰ کی خاطر اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو اور جہانتک تم سے ہوسکتا ہے محبت اور حسن سلوک کیساتھ انکے ساتھ بود و باش رکھو خواہ وہ تمھیں ناپسند بھی ہوں اور بشارت دیتا ہے کہ اگر تمھیں تمھاری بی بیاں پسند نہ ہوں اور پھر تم اُن سے خدائے تعالیٰ سے ڈر کر نیک سلوک کرو تو خدائے تعالیٰ تمھیں اس کا یہ اجر دے گا کہ اس بی بی میں تمھارے لیئے خیر کثیر رکھدے گا۔ یہ ایسی بشارت ہے جو صرف قرآن شریف سے خصوصیت رکھتی ہے۔ دنیا میں کسی اور کتاب میں خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی یہ بشارت نہ پاؤ گے۔ اور یہ نہایت سچی بشارت ہے۔ جو چاہے اس کو آزما کر دیکھ لے۔ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی ترغیب اور تحریض ہم میں نہیں آسکتی اور قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے عورت کے حق میں ایسی تعلیم دی ہے پس عورتیں جس قدر اس پیاری کتاب پر قربان ہوں تھوڑا ہے اور جس قدر اس کتاب سے محبت کریں کم ہے اور جس قدر اس نبی پر جس نے ایسی بے نظیر تعلیم عورتوں کے حق میں دی صدقے جائیں تھوڑا ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

اے یورپ کی لیڈیو! اے امریکہ کی معزز بی بیو! اے آریہ ورت کی استریو! جس قدر اسلام کی کتاب اور اسلام کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری رعایت اور پاسداری کی ہے کسی اور کتاب اور کسی اور معلم نے ایسی رعایت اور ایسی پاسداری نہیں کی قرآن شریف تمھارے حقوق کی نگہداشت سے بھرا پڑا ہے۔ وہ جا بجا مردوں کو تاکید کرتا ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آؤ۔ اور انکے ہاتھ کو تم پر ظلم کرنے سے روکتا ہے اور وہ اُن کو مختلف پیرائیوں میں ترغیب دیتا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ نیک

سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جیسا قرآن شریف نے تمہاری حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہے ایسا اور کسی کتاب نے نہیں اُٹھایا۔ پس آؤ تم بھی اس کتاب سے محبت کرو جو تمہارے ساتھ محبت کرنے کا سبق انسان کو سکھلاتی ہے اور جس نے تمہاری حفاظت اور رعایت میں کمال کر دیا ہے ؛

ایک اور مقام پر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (نساء ۔ ۱۹)

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی شرارت یا بے پروائی کا ڈر ہو تو میاں بی بی دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں صلاح کر کے صلح کریں اور صلح ہر حال میں بہتر ہے اور لالچ تو جان سے لگی ہوئی ہے اور اگر تم بھلائی کرو اور (بدسلوکی۔ حق تلفی۔ ظلم) سے بچے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے (اس لیئے وہ تمہیں اجر دیگا) ؛

اس آیۂ کریمہ میں مرد اور عورت دونوں کی قوّت تحمل سے اپیل کی گئی ہے کہ اگر میاں بی بی کے درمیان کوئی ناچاقی پیدا ہو جاوے تو دونوں کو چاہیئے کہ باہم صلح کر لیں تا آیندہ وہ اتفاق اور یگانگت کے ساتھ زندگی بسر کریں ؛

الغرض مرد بیوی کے لیئے اور بیوی مرد کے لیئے راحت کا سرچشمہ خیر و خوبی کا ذریعہ اور سچا دوست ہے اور دونوں کو تاکید ہے کہ باہم پیار اور محبت سے برتاؤ کریں ؛

یسوع مسیح کا نمونہ

اگر ہم مسیحی مذہب کی طرف رجوع کریں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یسوع مسیح ....
.... کے نزدیک عورت کیا حیثیت رکھتی تھی۔ جو حالات یسوع مسیح کے مروّجہ اناجیل میں بیان کیئے گئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اس لیئے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میاں بی بی کے تعلقات کے بارہ میں وہ اُنکے عملی نمونہ سے کچھ روشنی حاصل کرے تو وہ کچھ روشنی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اُن کی مجردانہ زندگی پر غور کیا

جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور انہوں نے نکاح کے تعلق کی نسبت عورت سے الگ رہنے کو زیادہ پسند کیا اور آیندہ نسلوں کے لیئے ایسا نمونہ پیش نہیں کیا جو قابل تقلید ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی مسیحی یہ کہے کہ چونکہ وہ خدا تھے اس لیئے انہوں نے شادی نہ کی کیونکہ شادی کرنا خدائے تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عورت کے پیٹ میں رہنا اور اُس کا خون چوسنا۔ خدائی شان کے لائق ہے؟ کیا دوسرے بچّوں کی طرح ماں کے پیٹ سے باہر آنا خدائی شان کے لائق ہے؟ کیا کھانا کھانا۔ پانی پینا۔ بھوکا اور پیاسا رہنا۔ اور دوسری ضروریات انسانی کا محتاج ہونا خدائی شان کے لائق ہے؟ سچ کہو کہ کیا ایسا انسان خدا کہلا سکتا ہے؟ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح مریم کے بیٹے نعوذ باللہ خداوند خدا تھے یا خدائے تعالیٰ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ انسانی فطرت کی احتیاجیں اور نقائص اور خدائی کمال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔* انکی تعلیم سے جو انجیل میں منقول ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکے نزدیک مجردانہ زندگی اور عورت کی ذات سے دُور رہنا انسانی کمال میں شامل تھا اور انکی رائے میں نکاح کی نسبت تجرد قابل ترجیح بلکہ آسمانی بادشاہت میں داخل ہونیکا ایک نہایت ہی آسان ذریعہ تھا۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے "اُس کے شاگردوں نے اُسے کہا اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ ایسا ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں۔ اُس نے اُن سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرتے ہیں مگر وے جنہیں دیا گیا کیونکہ بعضے خوجے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور بعضے خوجے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیئے آپ کو خوجہ بنایا جو اُس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے" (متی باب ۱۹ ورس ۱۰-۱۲) یہاں حضرت یسوع مسیح انسان کا کمال اس امر میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے تئیں اپنے ہاتھ سے خوجہ بنا دے۔ مگر انکے نزدیک یہ ایسی تعلیم ہے جس پر ہر ایک شخص عمل کرنے کے لیئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے وہ اپنے پیرووں کے لیئے اس کو لازمی قرار نہیں دیتے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جو اسکو قبول کر سکتا ہے سو کرے۔ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ انکے نزدیک نکاح کرنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ

* اس عبارت کا مطلب صاف یہ ہے کہ جنکو خدائے تعالیٰ نے فہم دیا ہے وہ مجرد رہنے کی تعلیم کو قبول کرلیں۔ منہ

انسان اپنے تئیں اپنے ہاتھ سے خوجہ بنا دے۔ نکاح کو وہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے مگر چونکہ فطرتی طور پر یہ خواہش انسان میں رکھی گئی ہے اور اس سے انسان کو چارہ نہیں ہے اس لیئے کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اور خود انہوں نے اُس راہ کو اختیار کیا جس کو وہ ترجیح دیتے تھے اور نکاح کے قابل نفرت طریق سے پرہیز کیا۔ اور یسوع مسیح کے پیروؤں میں ایسے شخص کثرت سے پیدا ہوئے جنہوں نے آپکے نمونہ پر عمل کیا اور نکاح کو عمر بھر حقارت اور کراہت کی نظر سے دیکھتے رہے اور بعض ایسے بہادر بھی نکلے جنہوں نے اپنے تئیں خوجہ بنانے کی اعلیٰ تعلیم پر عمل کر کے دکھلا دیا اور حضرت یسوع مسیح کے اس قول پر کاربند ہوئے " اور بعضے خوجہ ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیئے آپ کو خوجہ بنایا جو اُس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے۔" چنانچہ کلیسیا کے مشہور و معروف بزرگ آرجن نے اس قابل نفرت کارروائی پر عمل کیا (دیکھو اینسائیکلوپیڈیا برٹانیکا) یہ صاحب کلیسیا کے بزرگوں میں دوم درجہ پر شمار کیئے جاتے ہیں اور آگسٹن سے انکا نمبر دوسرے درجہ پر ہے یسوع مسیح کی پیروی میں کلیسیا کے کئی بزرگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شادی نہ کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ اس امر کا بڑا حامی سکندریہ کا مسیحی بزرگ کلیمنٹ تھا۔ اور وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں نہ صرف مروجہ اناجیل کے اقوال کو پیش کرتا ہے بلکہ مسیحؑ کے اُن اقوال کو بھی پیش کرتا ہے جو ان چار اناجیل کے علاوہ دیگر اناجیل میں منقول ہیں۔ چنانچہ اُن اقوال میں سے بعض اقوال یہ ہیں۔ " میں عورت کے کاموں کو مٹانے کے لیئے آیا ہوں" (منقول از انجیل مصری) " ہر ایک بوٹی کھاؤ مگر وہ جو تلخی رکھتی ہے نہ کھاؤ" "تلخ بوٹی سے بقول کلیمنٹ وہ تعلق مراد ہے جس سے ایک عورت بچے کی ماں بنتی ہے۔ " وہ جو بیاہا ہوا ہے اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ اور وہ جو بیاہا ہوا نہیں ہے اُسے چاہیئے کہ بیاہ نہ کرے۔ وہ جس نے معصوم رہنے کے ارادہ سے یہ ٹھان لیا ہے کہ میں بیاہ نہیں کروں گا اُسے چاہیئے کہ وہ کوارا ہی رہے"۔ یسوع مسیح کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک بیاہ کرنا انسان کی عصمت پر ایک داغ ہے۔

اور سچے معنوں میں وہی شخص معصوم ہے جو نکاح نہ کرے۔ یسوع کے ان اقوال کے لیئے دیکھو کلیمنٹ اسکندری کی کتاب سٹروماٹی اس جز و ۳ فصل ۹ صفحہ ۶۳ اور فصل ۱۵ صفحہ ۹۷ مسلمانوں کے لیئے یہ بڑے فخر کا مقام ہے کہ انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ایسے قابل شرم داغوں سے پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہیں تعلیم نہیں دی کہ لوگ شادی نہ کریں اور اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں بلکہ آپنے ترغیب دی کہ لوگ نکاح کریں۔ اور جن کو نکاح میسّر نہ ہو انکو حکم دیا کہ روزے رکھا کریں مگر یہ نہیں فرمایا کہ اپنے تئیں خوجہ بنا دیں۔ چنانچہ جن غریب مسلمانوں کو نکاح میسّر نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ کیا ہم اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں تو آپنے منع فرمایا اور کہا کہ نکاح کرو۔ اگر نکاح نہ ملے تو روزے رکھا کرو۔ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ - ۱۴۸ پر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کنا مع النبي صلى الله عليه وسلم شبابا لا نجد شيئا فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع الباءة فليتزوّج فانه اغض للبصر و احصن للفرج و من لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی نوجوان تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانو! جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہے پس چاہیئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھ کے نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا پس اُسپر لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کیونکہ اس سے شہوانی قویٰ دب جاتے ہیں۔

پھر اُسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ پر یہ حدیث لکھی ہے عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال كنا نغزو مع النبي صلى الله عليه وسلم ليس لنا نساء فقلنا يا رسول الله الا نستخصي فنهانا عن ذلك۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس بی بیاں نہ تھیں۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کیا ہم اپنے تئیں خوجہ نہ بنا دیں تو آپنے ہمیں اس سے روکا۔ پھر اُسی صفحہ پر سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا

قول لکھا ہے۔ ردّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن لہ لاختصینا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو راہبانہ زندگی سے روکا اور اگر آپ اُس کو اس کی اجازت دیدیتے تو ہم بھی اپنے تئیں خوجے بنا دیتے۔ آپ نے اپنے صحابہؓ کو افراط و تفریط سے روکا اور فرمایا کہ میرے نمونہ کی پیروی کرو۔ آپ نے ارشاد فرمایا واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی (صحیح بخاری۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۴۷) یعنی خدائے تعالیٰ کی قسم۔ مَیں تم سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن مَیں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نمازِ تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو شخص میرے طریق کو چھوڑ کر اور راہ اختیار کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ آپ نے اپنا نمونہ پیش کیا کہ یہی نمونہ اعلیٰ تقوے کا نمونہ ہے اس کے مقابل میں یسوع کی تعلیم اور عمل کو دیکھو وہ اپنے پیرووں کو کہتا ہے کہ انسان کا کمال اس میں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں خوجہ بنا دے اس طرح وہ آسمانی بادشاہت میں داخل ہو جائیگا۔ اور اپنے پیرووں کو ترغیب دی کہ اگر تم سے ہو سکے تو عورتوں سے بالکل اجتناب رکھو اور خود بھی مجرد رہ کر اپنے پیرووں کو یہ عملی سبق دیا کہ مجردانہ زندگی سب سے بہتر زندگی ہے۔ چنانچہ انکی تعلیم اور نمونہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی مذہب میں لاکھوں لوگوں نے مجردانہ زندگی اختیار کی۔ اگر کُل دنیا اس اعلیٰ نمونہ پر چلنا اختیار کرے تو ایک ہی نسل میں دنیا کا خاتمہ ہو جاوے۔ یہ ہے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ نمونہ جو ہم یسوع مسیح کی زندگی میں پاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اناجیل مروجہ میں جو سلوک .... یسوع مسیح کا اپنی ماں حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی ایسا نہیں کہ اس کو قابل تقلید کہا جا سکے۔ یوحنا لکھتا ہے "اور تیسرے دن قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہوا اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اُس کے شاگردوں کی بھی اُس بیاہ میں دعوت تھی۔

اور جب مے گھٹ گئی تو یسوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس مے نہ رہی۔ یسوع نے اُس سے کہا کہ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام"۔ میں مسیحی صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ماں سے نیک سلوک کرنے کا یہی اعلیٰ نمونہ ہے جو یسوع نے اس شادی کے موقعہ پر عام لوگوں کے مجمع میں دکھایا۔ اس کے مقابل میں دیکھو قرآن شریف والدین سے کس قسم کا سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ۳) اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے اُن میں سے ایک (ماں یا باپ) یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو اُن سے ہُوں تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا اور نرمی سے اُن سے بات کرنا اور مہربانی سے اپنی عاجزی کا بازو اُنکے لیئے جُھکا دے اور دعا کر مالک میرے اُنپر رحم کر جیسے اُن دونوں نے مجھ پر رحم کر کے چھٹپنے میں مجھ کو پالا ؛

دیکھو یہ تعلیم یسوع کی کارروائی کے کیسے اُلٹ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام سے یہ بدسلوکی (حسب روایت اناجیل مروجہ) صرف ایک ہی دفعہ نہیں کی بلکہ دوسرے موقعوں پر بھی اُنکی والدہ کو اُن کی طرف سے اسی قسم کا رنجدہ سلوک دیکھنا پڑا مرقس کی انجیل باب ۳ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اُنکی والدہ ماجدہ اپنے دوسرے بیٹوں کو ہمراہ لیکر یسوع مسیح کی ملاقات کے لیئے گئی۔ خدائے تعالیٰ نے والدہ میں ایک ایسی سچّی محبت رکھی ہے کہ خواہ بیٹوں کی طرف سے کیسا ہی دل دُکھانیوالا سلوک اُنکو دیکھنا پڑے پھر بھی وہ اپنے بیٹوں سے محبت ہی کرتی ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے یسوع مسیح کی والدہ اپنے بیٹے کی تلاش میں نکلی تا اُس کے مُنہ کو ایک نظر دیکھکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرے۔ تلاش کرتے کرتے وہ ایک مکان کے دروازہ پر پہنچی جس میں یسوع مسیح بہت سے لوگوں کے ساتھ جن میں اُس کے ۱۲ شاگرد بھی تھے بیٹھا ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ نے حیاء کی وجہ سے عام مجمع میں جانا پسند نہ کیا۔ اندر اپنے بیٹے کو اطلاع بھیجی کہ میں تجھے دیکھنا چاہتی ہوں۔ مگر یسوع نے پسند نہ کیا کہ اپنی ماں کو ایک لمحہ کے لیئے اپنا چہرہ دکھا کر اُس کے دل کو ٹھنڈا کرے اور اُس سے محبت اور پیار سے پیش آکر اپنے شاگردوں اور دوسرے حاضرین کو اپنے عملی نمونہ سے دکھاے کہ ماں سے کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ وہ ایک نیک بچے کی طرح باہر نکلکر اپنی ماں کے آگے اپنا سر جھکاتے تا اُن کی مہربان ماں اُنکے سر پر بوسہ دیتی اور پیار کرتی انہوں نے نہایت ہی دل کو صدمہ پہنچانے والا جواب دیا۔ انجیل نویس مذکور لکھتا ہے۔

"اُسوقت اُس کے بھائی اور اُس کی ماں آئی اور باہر کھڑے رہ کے اُسے بلوا بھیجا اور جماعت اُس کے آس پاس بیٹھی تھی اور انہوں نے اُس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے طلب کرتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کون ہے میری ماں یا میرے بھائی"

ناظرین۔ خیال فرماویں کہ یہ جواب سُنکر اُن کی والدہ کا دل کیسا دُکھی ہوا ہوگا۔ وہ جو اپنی مادرانہ محبت کے سبب اسقدر تکلیف اُٹھا کر اپنے بچے کو ایک نظر دیکھکر اپنا دل ٹھنڈا کرنے کے لیئے آئی تھی اُس کو اُس کا بیٹا کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میری ماں کون ہے اور اُسکے سامنے آنے سے انکار کرتا ہے اُس نے ذرا بھی اپنی ماں کی محبت کا خیال نہ کیا۔ اور کچھ بھی پروا نہ کی کہ میرا جواب سُنکر میری ماں کے دل پر کیا گذرے گا۔ پنجابی میں ایک مثل ہے "ماں وچھے آن وچھا جھاڑ آن" یعنی بچھڑے کی ماں محبت کی وجہ سے اپنے بچے کے پیچھے پیچھے جاتی ہے مگر اُسکے بچے کو اپنی ماں کی ذرا بھی پروا نہیں وہ جنگل کی طرف مُنہ اُٹھائے چلا جاتا ہے۔

الغرض۔ یسوع مسیح کی والدہ ماجدہ مایوس ہوکر وہاں سے رخصت ہوئی۔ اُسوقت اُن کے دل کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو اس بات کا علم ہے کہ ایک ماں کو اپنے بچے سے کیسی محبت ہوتی ہے۔ غرض جو نمونہ یسوع مسیح کا اناجیل مروّجہ میں بیان کیا گیا ہے وہ ایسا نہیں کہ لوگوں کے لیئے اُسوہ حسنہ ہوسکے۔ اس جگہ میں اتنا ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو قابل افسوس نمونہ اناجیل میں یسوع مسیح کا

پیش کیا گیا ہے قرآن شریف اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پاک ٹھہراتا ہے کیونکہ وہ آپ کے منہ میں یہ الفاظ ڈالتا ہے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۙ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِیْ ۫ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھ کو کتاب دی اور مجھ کو پیغمبر بنایا اور میں جہاں رہوں اُس نے مجھے برکت والا بنایا اور جب تک میں زندہ ہوں اُس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابعدار (بنایا) اور اُس نے مجھ کو مگرانا لائق نہیں بنایا۔ قرآن شریف کے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپکی والدہ پر اور خود مسیحی قوم پر بڑے بڑے احسان ہیں جن کی میں اس جگہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح پر جو قرآن شریف کے احسانات ہیں اُن میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اناجیل مرّوجہ کے لکھنے والوں نے اُن کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ وہ اپنی ماں سے سخت بدسلوکی سے پیش آتے تھے مگر قرآن شریف نے بَرًّا ۢ بِوَالِدَتِیْ کے الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کے منہ میں ڈالکر اُن کو اس داغ سے پاک کر دیا ہے مگر اس جگہ یہ سوال نہیں کہ قرآن شریف حضرت مسیح علیہ السلام کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ اناجیل مروجہ جو مسیحی مذہب کی کتب مقدسہ ہیں عورت سے کیسے سلوک کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ . . . . مسیحی قوم اُس یسوع کی پیروی کرتی ہے جس کا نقشہ اناجیل مرّوجہ میں کھینچا گیا ہے نہ کہ اُس مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ رسول اللہ کی جس کا فوٹو قرآن شریف اُتارتا ہے کیونکہ یہ اُنکے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ہم دکھا چکے ہیں کہ جو نمونہ اناجیل مروجہ میں پیش کیا گیا ہے وہ اس قابل ہرگز نہیں کہ اُس کی پیروی کی جاوے ؛

صرف یہی نہیں کہ یسوع مسیح نے خود اپنی والدہ ماجدہ سے ایسا سلوک کیا جو مناسب نہیں تھا بلکہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی رنگ کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "اگر کوئی میرے پاس آوے اور اپنے ماں باپ اور جورو۔ لڑکے اور بھائی بہن بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے میرا شاگرد ہو نہیں سکتا"

دلوقا باب ۱۴ ورس ۲۶) اس کے مقابل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ میرا پیرو وہ شخص کہلا سکتا ہے جو اپنے والدین - اپنی جورو اور دیگر ذوی القربیٰ سے محبت کا تعلق بڑھائے اور اُن سے نیک سلوک کرے -

طلاق کے معاملہ میں بھی یسوع مسیح نے عورت کو بالکل بے دست و پا کر دیا ہے اور اُس کی جائز آزادی کو خاک میں ملا دیا ہے - اسلام میں اگر مرد عورت پر ظلم کرے اور صلح کی سب کوششیں بے سود ثابت ہوں تو عورت کا اختیار ہے کہ مرد سے جدائی حاصل کر لے - اس کا نام اسلامی اصطلاح میں خلع ہے مگر مسیحی مذہب میں کسی صورت میں عورت مرد سے اپنا دامن چھڑا نہیں سکتی خواہ اُس کا خاوند کیسا ہی بدسلوکی کرنے والا ہو اور خواہ اُس کے گھر میں رہنا اُس کے لیئے جہنم کے برابر ہو - ہاں ایک ہی راہ ہے جس کو اختیار کرنے سے وہ اپنے ظالم خاوند سے نجات حاصل کر سکتی ہے اور وہ بدکاری کا ارتکاب ہے - اس طرح یسوع مسیح کی تعلیم عورت کے اپنے ظالم خاوند سے اپنا دامن چھڑانے کی ساری راہیں بند کر کے اُسکو بدکاری پر مجبور کرتی ہے - چنانچہ جب مسیحی دنیا نے اس تعلیم کے بدنتائج کا مشاہدہ کیا اور لوگوں پر ثابت ہو گیا کہ عورت کی جائز آزادی اُس سے چھیننا سوسائٹی میں بدکاری کو پھیلاتا ہے تو اُنہوں نے مجبور ہو کر یسوع مسیح کے قانون کو اپنی پارلیمنٹوں میں منسوخ کر دیا اور عورت کے لیئے خاص حالات میں خاوند سے مخلصی حاصل کرنے کے واسطے قانون تجویز کیئے ؛

اب مَیں ایک مشہور اور فاضل انگریز کی رائے اس بارہ میں یہاں نقل کرتا ہوں کہ مسیحی مذہب میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے - جان سٹوارٹ مِل انگلستان کا مشہور فلاسفر لکھتا ہے کہ "ہم اکثر سُنتے ہیں کہ تہذیب اور مسیحیت نے عورت کو اُس کے جائز حقوق واپس دیدیئے ہیں - تاہم بیوی اپنے خاوند کے لیئے صحیح معنوں میں ایک گولی کی طرح ہے - اور قانونی حقوق کے لحاظ سے بھی وہ اُس گروہ پر جن کو عام طور لوگ غلام (بردہ) کہتے ہیں کچھ فوقیت نہیں رکھتی ...... وہ کوئی کام خواہ کسی

قسم کا ہو خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی۔ وہ کوئی مال حاصل نہیں کر سکتی مگر اپنے خاوند کے لیئے۔ جونہی کوئی مال اُس کے ہاتھ میں آتا ہے خواہ وراثت کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو اُسی وقت وہ مال اُس کے خاوند کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے عورت کی حیثیت انگلستان کے رُو سے بہت سے ممالک کے قانون کے مطابق غلاموں کی حیثیت سے بھی بدتر ہے۔ مثلاً رومی قانون کے ماتحت ایک غلام (بردہ) بھی کچھ مال جمع کر سکتا تھا جس کا وہ خود مالک ہوتا تھا اور اُس میں اُس کے آقا کا کچھ دخل و تصرف نہ ہوتا تھا ایسے جمع کیئے ہوئے مال کا نام پے کیولیم peculium ہوتا تھا۔ مگر انگلستان کے قانون کے ماتحت عورت کو اسقدر بھی حق حاصل نہیں جتنا کہ رومی قانون کے ماتحت ایک غلام کو حاصل تھا"

عورتوں کے بارے میں یسوع مسیح کے نمونہ اور تعلیم کا جو اناجیل میں مذکور ہے بیان کرنے کے بعد اب مَیں بتوفیق ایزدی دکھاتا ہوں کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کا عملدرآمد کیا ہے۔

نمونہ کی ضرورت

کہتے ہیں عملی نمونہ پند و نصیحت سے کہیں بڑھکر ہے اس میں شک نہیں کہ کریکٹر (چال چلن) بنانے میں جو عملی نمونہ کام دیتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ فطرتاً انسان دوسرے کے نمونہ کی نقل اُتارتا ہے جو دیکھتا ہے وہی کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لیئے جیسی اس کی صحبت ہوگی ویسا ہی اس کا چال چلن ہوگا۔ پس نمونہ ہی وہ سانچہ ہے جس میں انسانی کریکٹر ڈھالا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت حد تک انسان آزاد اور خود مختار ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بہت حد تک اپنی مرضی کا مالک ہے۔ اور مجبور نہیں کہ کٹھ پتلی کی طرح جس طرح چاہا اُس سے کرا لیا لیکن یہ بھی صحیح امر ہے کہ وہ اپنے گرد و نواح اور آس پاس کے حالات کے سامنے ایک حد تک بے بس بھی ہے۔ خواہ کیسا ہی ضدی اور اپنی ہٹ پر اڑا رہنے والا کیوں نہ ہو آخر جس صحبت میں رہتا ہے وہ اپنا اثر کیئے بغیر نہیں چھوڑتی اُس کو آخر سوسائٹی کے

پُر قوّت اثرات کے آگے جُھکنا پڑتا ہے۔ بچپن وہ زمانہ ہے جبکہ فطرت انسانی اپنی اصلی شکل میں نظر آتی ہے اور اس میں ذرا بھی تصنع کا رنگ و آمیزش نہیں ہوتی۔ اسلئے جو شخص انسانی فطرت کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اس کے لیئے بچپن سے کوئی بہتر نمونہ نہیں مل سکتا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور لڑکپن ہی وہ زمانہ ہے جبکہ نقل اُتارنے کی عادت انسان میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے بچّہ جو دیکھتا ہے وہی کرتا ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں بچّہ ایک نقل مجسم ہوتا ہے۔ یہی بچّہ آخر بڑا ہو کر انسان بنتا ہے گویا بچپن شباب کا باپ ہے۔ انسان جب بڑا ہوتا ہے تو انہیں بچّے کے ہی عادات اور خصال ایک حد تک توسیع یافتہ ہوتے ہیں مگر ہوتے وہی ہیں۔ تمام وہ باتیں جو بچّے میں ایک نامکمل شکل میں موجود تھیں بڑے انسان میں حالت تکمیل میں دیکھی جاتی ہیں۔ اگر بچّہ دوسروں کو دیکھ کر نقل اُتارتا ہے تو بڑا ہوا انسان بدرجہ اولیٰ ایسا کرتا ہے۔ اس لیئے عملی نمونہ کیرکٹر بنانے میں ایک بے مثل ذریعہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صرف الفاظ میں عمل کے بغیر بھی ایک خوبی ہوتی ہے مگر جہاں بُرائی کی گردن توڑنے اور چال چلن کے درست کرنے میں عملی نمونہ کام میں آتا ہے وہاں محض الفاظ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں وہ کام نہیں دیتے۔ اسلیئے اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو۔ سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ قرآن شریف فرماتا ہے کُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْن۔ یہاں زن و مرد سب کو حکم ہے کہ صالحین کی صحبت اختیار کریں۔ اس لیئے صاف پتہ لگ گیا کہ عملی نمونہ کا ہونا تقاضائے فطرت انسانی میں داخل ہے اور اس تقاضائے فطرت کے پُورا کرنے کیلیئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ایسے بندے مبعوث کرتا رہتا ہے جو ہر بھولے بھٹکے کیلیئے اندھیری رات کا چراغ ہوتے ہیں اور بنی نوع انسان کے لیئے ایک کامل نمونہ بنتے ہیں۔ بہت سے انبیاء پیدا کرنے کے بعد آخر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور فطرت انسانی کے لیئے آنحضرت صلعم کو انسانیت کے کمال تک پہنچا کر لوگوں کے لیئے ایک اُسوہ حسنہ مقرر کیا۔ زندگی کی پرورش میں اور چال چلن

کے ہر پہلو میں آپ نے وہ وہ کمالات دکھائے۔ کہ بس آپ ہی دنیا کے لیئے رہبر ٹھہرے اور جب تک دنیا قائم ہے آپ کا اُسوہ حسنہ ہر اس شخص کے لیئے جو شاہ راہ صدق پر قدم مارنا چاہتا ہے ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے عیسائی تعصب نے لاکھ لاکھ کوشش اور بہت سر مارا پر وہ آپ کی ذات ستودہ صفات میں ایک ذرا سا بھی نقص نہ دکھا سکے اور آپکی بے عیب اور بے لوث زندگی نے آخر آپکے کئی دشمنوں کے مُنہ سے بھی تعریفی کلمات ہی نکلوائے۔ آپکی پاک زندگی کی مثال ایسی واضح اور بدیہی ہے کہ جیسے اصول متعارفہ اور موضوعہ مسلم ہیں ؛

عورتوں کے متعلق آپ کی تعلیم

یہاں تک ہمنے ثابت کیا ہے کہ کریکٹر بنانے کے لیئے عملی نمونہ کا ہونا کیسا ضروری اور لابدی امر ہے اور یہ بھی ہمنے بیان کیا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور روحانیت کا عملی نمونہ سوائے ایک مقدس انسان کے اور کسی میں نہیں پایا جاتا اب میں چاہتا ہوں کہ پڑھنے والے کی توجہ اس بات کی طرف پھیروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء خصوصاً عورتوں سے کیا سلوک تھا ؛

جس طرح کہ قرآن شریف کے باقی احکام کے لیئے عملی نمونہ آپکی ذات بابرکات میں ملتا ہے ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک آپکی ازواج مطہرات سے قرآن شریف کے احکام متعلقہ ازواج کا ایک عملی نمونہ ہے۔ قرآن شریف کے رُو سے عورتوں کی حیثیت کیا ہے اسپر ہم بحث کر آئے ہیں اسوقت ہم نظر عمیق سے آپکے عملی نمونہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ آسانی کی خاطر میں اس مضمون کے دو حصّے کرتا ہوں۔

اوّل۔ عورتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا ہیں۔

دوم۔ ازواج مطہرات اور دیگر اقارب کے ساتھ آپ کا عملی سلوک کیا تھا۔

آپکے نصایح عورتوں کے متعلق اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے اس جگہ میں سرسری طور سے اس کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں اس لیئے بطور نمونہ چند اقوال پیش کرتا ہوں۔ بیہقی حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی

جب انسان بیاہ کرتا ہے تو وہ اپنا نصف دین پورا کر لیتا ہے۔ اس لیئے لازم ہے کہ خدا سے ڈر کر دوسرے حصہ کو بھی پورا کرے۔

سچ ہے کہ جورو کے بغیر انسان ایک ایسے چھکڑے کی طرح ہے جس کا صرف ایک ہی پہیہ ہو۔ حالت تجرد میں اس کا عملی نمونہ بالکل اندھیرے میں ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بیاہ کے بعد انسان کے احساس اور طرز زندگی میں کیسی پاکیزگی کی روح چل اٹھتی ہے۔ انسان فطرۃً مجلس پسند ہے۔ اکیلا رہنا اُسے ناگوار ہے۔ اس لیئے اس کی زوجہ جو اس کی ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتی ہے اور جس کے ساتھ وہ محبت کے گہرے رشتوں سے مربوط ہوتا ہے۔ وہ اس کی اس فطرتی خواہش اور تقاضا کو پورا کرتی ہے۔ اگر بیاہ کا سلسلہ نہ ہوتا تو کم سے کم انسانی فطرت کا یہ پہلو ضرور نامکمل رہ جاتا۔ پھر میاں بی بی ہر دو ایک دوسرے کو گناہ سے بچا نیکے لیئے ایک بڑا عمدہ ہتھیار ہیں۔ فطرۃً وہ ایک دوسرے کی صحبت کے خواہش مند ہیں اور اس سے حظ اُٹھاتے ہیں یہ باہمی کشش بڑی بڑی بُرائیوں کا باعث ہو جاتی اگر خدائے علیم و حکیم کمال حکمت سے اس کے لیئے ایک جائز راہ نہ پیدا کر دیتا۔ اسطرح بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کس طرح دین کا منشاء بیاہ کے ذریعہ پورا ہو جاتا ہے۔ چال چلن کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے لیئے بیاہ جس قدر مفید ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ انجام کار یہی نکاح آخر وصال خداوندی کا ذریعہ بن کر دین کی روح و رواں بن جاتا ہے۔ کیونکہ دین کا خلاصہ یا لب لباب سوائے اس کے نہیں کہ وصال خداوندی حاصل ہو۔ اسطرح جو شخص شادی کرتا ہے گویا وہ برائی کا ایک دروازہ ہمیشہ کے لیئے بند کر دیتا ہے اور نیکی کی راہ کھول لیتا ہے پس یہ سچ ہے کہ بیاہ نصف دین اور ایمان ہوتا ہے۔ جب آپ نے بیاہ کو اتنا ضروری اور عظیم الشان قرار دیا تو آپ نے پھر ایسے ایسے احکام بھی تعلیم فرمائے کہ جس سے ہر دو زن و شوہر احسن طور سے رہ سکیں اور ان کا جوڑا ایک دوسرے کے لیئے خوشی طمانیت سکینت اور راحت کا موجب ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی تم سے بہتر وہی ہے

جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہے اور میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ میرا سلوک اپنی بیویوں سے تم سب سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ) کس زور اور خوبی سے آپ نے زور دیا ہے کہ اس رشتہ بیاہ کو کیسا مضبوط بنانا چاہیئے اور بی بیوں سے نیک سلوک کرنے کی کیسی تاکید فرمائی ہے۔ بھلا اس سے زیادہ تاکید کیا ہو سکتی ہے کہ فرمایا کہ تم میں خدائے تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ نیک وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا ہے۔ کیا ایسی مبارک تعلیم عورتوں کے حق میں کسی اور کتاب میں پائی جاتی ہے؟ کیا کسی اور ہادی نے عورت کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارہ میں ایسے زور سے تاکید کی ہے جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔ بیوی کے حقوق کے متعلق حکیم ابن معاویہ کے باپ نے آپ سے دریافت کیا آپ نے جواب دیا ان تطعمها اذا طعمت وتكسوها اذا اكتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا في البيت - یعنی جو آپ کھاؤ سو اُسے کھلاؤ۔ جب تم نئے کپڑے پہنو تو اس کے لیئے بھی ویسے ہی بنواؤ۔ کبھی اُسے مُنہ پر نہ مارو اور اُسے کوئی بُرا کلمہ نہ کہو اور اس سے کبھی جُدا نہ ہو۔ ہاں گھر کے اندر۔ (ابن ماجہ) اس طرح زن و شوہر کو دنیاوی معاملات اور خانگی امور میں ایکدوسرے کا شریک ٹھہرا دیا۔ یہ نہیں کیا کہ عورت کو کہدیا کہ بس خاوند یا تمام خاندان کا بچا کھچا کھاؤ اور پہنو اور خاوند کی جوتی بن کر رہو۔ کھانے پینے اور گھر کے دیگر معاملات میں اُس کو مرد کے ساتھ مساوات دی گئی ہے۔ شوہر کا کوئی حق نہیں۔ کہ اس سے بُرا سلوک کرے یا اس سے تُرش روئی سے پیش آئے۔ برخلاف اس کے وہ حق کے طور پر خاوند کے کھانے اور پہننے میں حصہ لے سکتی ہے۔ شوہر کو حکم ہے کہ اپنی بیوی سے کبھی علیحدگی اختیار نہ کرے سوائے خاص حالتوں کے مگر وہاں بھی علیحدگی گھر کی چاردیواری کے اندر تک ہی محدود ہونی چاہیئے۔ کھانا ایک پہننا ایک۔ مرد کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عورت کی جسمانی کمزوری اور ماتحت طرز زندگی سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔ بعض دفعہ رنجش کے دُور کرنے کے لیئے یا کسی نقص کے رفع کرنے کے لیئے علیحدگی ضروری سمجھی گئی ہے۔ اس لیئے اگر کبھی ضرورت پڑے

تو کچھ وقت کیلئے علیحدگی کی اجازت ہے بشرطیکہ علیحدگی گھر کی چار دیواری کے اندر محدود ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ علیحدگی دشمنی کا موجب ہو جاوے۔ کیونکہ پاس رہ کر علیحدگی اختیار کرنیکے بعد بعض اوقات محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط ہوتا ہے۔ شاعر بھی بعض اوقات انسانی فطرت کا صحیح خاکہ کھینچتے ہیں۔ ولایت کا ایک مشہور شاعر ٹینی سن کہتا ہے۔ "بڑی ہی بابرکت ہے وہ جدائی جو رشتہ محبت کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیتی ہے جبکہ ہم اپنے جھگڑوں سے اٹھکر پھر محبت بھرے آنسوؤں سے ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں" یہ بڑے ہی سچے الفاظ ہیں کیونکہ تھوڑے سے وقفہ کی روک ازدیاد محبت کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس پر زیادہ بحث کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اور کوئی دانا اس سے انکار نہیں کر سکتا ؂

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاہ کے انتہائی مراتب بیان کرنیکے بعد یہ نہیں کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دیا بلکہ آپنے وہ قوانین بھی بتلائے ہیں جن پر عملدرآمد کرنے سے زندگی خوشی کا موجب بن سکتی ہے۔ آپکی تعلیم کے مطابق صلح اور آشتی اور باہمی اُلفت اور محبت اس جوڑے کا رہنما ہونا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائہم

جتنا انسان اپنی بیوی پر شفقت اور خلق کا اظہار کرتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ (ترمذی) اس طرح ایمان کی تکمیل آپنے بیوی کے لیئے رحیم ہونے کے ساتھ مشروط کر دی۔ اس حدیث کی خوبی اور اس حکم کی پوری حقیقت سے صرف مسلمان ہی واقف ہو سکتا ہے۔ مسلمان مجسم دین ہے۔ ایمان اس کی غرض ہے۔ تکمیل ایمان ہو جائے بس تکمیل اخلاق اور روح خود بخود ساتھ ہو گئی۔ ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان گویا چشمہ ہے جس سے عمل صادر ہوتے ہیں یا پوچھو تو اعمال اصل میں ایمان کی ظاہری تصویر ہے۔ چونکہ ہر مسلمان کے اعمال خدائی احکام کے ماتحت ہوتے ہیں اس لیئے یہ قدرتی امر ہے کہ جس قسم کا اس شخص کا ایمان ہوگا اور جس قسم کی قوت

ایمان سے حاصل ہوگی اُسی قسم کے اعمال اس شخص سے صادر ہونگے۔ اسواسطے کسی شخص کے اعمال کا اندازہ لگانے کے لیئے پہلا ضروری امر یہ ہے کہ اس کے ایمان کا اندازہ لگایا جاوے۔ پس اگر ہم یہ کہیں کہ ایک مسلمان کی پہلی اور اصل غرض ایمان ہی ہے تو اس میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کی ایمانی حالت کا اندازہ کرنا ہو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کا اپنی زوجہ سے کیسا سلوک ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کا نشان یہ ہے کہ انسان کا سلوک اس کی بیوی سے بدرجہ احسن ہو۔ پس تکمیل ایمان اور حسن سلوک کی ایک نسبت ٹھہر گئی ہے۔ ایمان کی زیادتی حسن سلوک کا موجب اور حسن سلوک ازدیاد ایمان کی علامت ٹھہری؛

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ آپ کا آخری وعظ اسی مضمون پر مشتمل تھا۔ عرفات میں آپ نے کھڑے ہوکر تمام لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "لوگو سنو! میں نہیں جانتا کہ آیا دوسرے سال میں زندہ بھی ہونگا۔ آج کے دن سے اس دن تک جب تم خدا کے حضور پیش ہوگے حرام ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرے یا اس کا مال لیلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ لوگو! کچھ حقوق تمہارے عورتوں کے ذمے ہیں اور کچھ حقوق انکے تمہارے ذمے ہیں.... اپنی بیویوں سے رحم سے پیش آؤ۔ تم نے خدا کو حاضر ناظر جانکر ان سے شادی کی ہے اور خدائے تعالیٰ کے احکام بموجب وہ تم پر حلال کی گئی ہیں۔ پس تم نے ان کو خدائے تعالیٰ کی ذمہ واری پر اپنی حفاظت میں لیا ہے" ناظرین کے لیئے یہ غور کا مقام ہے۔ آپ اس آخری وصیت میں بھی عورتوں کے حقوق بیان کرنے سے نہیں چوکے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو عورتوں کا کس قدر خیال تھا آپنے یاد دلایا کہ جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ان کے حقوق تم پر بھی ہیں۔ پھر ایسی طرز سے جو صرف آپکے ساتھ مخصوص تھی آپنے ان لوگوں کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا۔

اور ان کو حکم دیا کہ عورتوں کے ساتھ رحم سے پیش آؤ۔ صرف تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھ کر اس سے آپ کا حکم اور بھی مستحکم اور واجب التعمیل ہو گیا۔ نبی کریم صلعم کو ہمیشہ عورت کی بہتری مدنظر رہتی تھی۔ اور آخری وصیت میں بھی عورت کی بہتری کا خیال آپ سے جدا نہ رہ سکا۔ آپ کے اصل مبارک الفاظ یہ تھے فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ۔ حضرت انس رض راوی ہیں۔ المرءۃ اذا صلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت۔ جو عورت اپنی نمازوں کو قائم رکھتی ہے اور رمضان کے روزے رکھتی ہے۔ اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے وہ بہشت میں داخل ہوگی جس دروازے سے وہ چاہے"۔ جنت صرف مردوں کے لئے وقف نہیں۔ عورت کا بھی پورا حصہ ہے اگر وہ ایماندار پاکدامن اور عفیف ہو تو جس دروازے سے چاہے وہ بہشت میں داخل ہو۔ یہاں تک میں نے جو بیان کیا ہے وہ عورت کے متعلق بحیثیت زوجہ ہونے کے ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ عام طور سے عورت کی ذات کے متعلق اس محسن بنی نوع انسان نے کیا تعلیم دی ہے۔ اور اس کی کیا حیثیت رکھی ہے۔ سراقہ بن مالک راوی ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کیا میں تمھیں بتلاؤں کہ اس سے بہتر اور کوئی خیرات نہیں ہو سکتی کہ تو اپنی لڑکی کی مدد اور خبر گیری کرے جبکہ وہ تیرے پاس آئی ہو اور سوائے تیرے اس دنیا میں اس کا کوئی مددگار نہ ہو" (ابن ماجہ) کیا ہی عمدہ طور سے آپ نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ والدین کو اپنی لڑکی سے کس طرح محبت کرنی چاہیئے۔ سب سے عمدہ سخاوت اور نیکی کا سلوک وہ ہے جو اس بیٹی سے کیا جاوے جس کا خاوند مر گیا ہو یا وہ کسی اور صورت سے قابل امداد ہو گئی ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف روپے سے مدد کی جاوے۔ یہ اسلام کا منشاء نہیں صدقہ اسلام میں ایک وسیع لفظ ہے۔ اس میں وہ تمام قسم کی

مدد اور محبت کا برتاؤ اور ہر قسم کا نیکی کا سلوک شامل ہے۔ اس میں تمام شفقت کے الفاظ۔ مہربانی کی گفتگو۔ پدرانہ سلوک اور اس قسم کی تمام باتیں شامل ہیں پس کسی قسم کا سلوک باقی نہیں رہتا جو لڑکی سے نہ کیا جاوے *

ماں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں جو آپ کا حکم ہے وہ اس سے کسی طرح کم نہیں۔ والدہ کے حقوق کو کس خوبی کے ساتھ آنحضرت صلعم نے ایک ہی فقرے میں جمع کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ الجنّة تحت اقدام امھاتکم۔ جنّت تمھاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ کیا ہی نیکی سکھانے کی یہ کان ہے کیسی عزت اور محبّت بھرا ادب ان الفاظ میں بھرا ہوا ہے۔ جتنا کوئی زیادہ خدمتگذار وفادار اور با ادب اپنی والدہ کے حق میں ہوگا اتنا ہی وہ جنّت کے نزدیک ہوگا۔ اس لیئے ہمیں اپنی والداؤں سے بڑی ہی عزّت اور کمال ادب سے اور بڑی گہری محبت اور اعلیٰ درجہ کی مہر اور اُلفت سے پیش آنا چاہیئے۔ الجنة تحت اقدام امھاتکم۔ ایک تمثیل اور استعارہ ہے جو کوئی جنّت میں داخل ہونا چاہتا ہو چاہیئے کہ وہ اپنی والدہ کا احترام کرے یا برخلاف اس کے اگر کوئی شخص اپنی والدہ کی طرف سے کسی قسم کی لاپروائی کرتا ہے تو خوف ہے کہ جنّت کا دروازہ اس کے برخلاف بند کیا جاویگا (رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا) اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ بس والدہ سے ہی محبت کرنا اور عمدہ سلوک کرنا کافی ہے کہ وہ سیدھا جنّت میں پہنچ جائیگا۔ اور کسی نیک عمل کی اُسے ضرورت نہیں۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اپنے والدین کی خبرگیری صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے نہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ہر طرح سے متقی کہلانے کے مستحق ہیں اور وہی ہیں جو فائز اور بامراد ہو جائیں گے جب ایک شخص محض تقوی اللہ کی وجہ سے ماں کی عزّت کرے گا تو وہ دوسری حالتوں میں کیونکر تقوی کو چھوڑ سکتا ہے۔ پس جب تقوی اللہ انسان کے قویٰ پر اسقدر قابو پا جاتا ہے تو اسوقت بدی کالعدم کی طرح ہو جاتی ہے اس لیئے صرف نیک لوگ ہی اپنے والدین کی خدمت

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے کرتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلعم کا عورتوں کے لیئے عام طور سے لوگوں کو نصیحت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو انکی کیسی ہمدردی مدِ نظر تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"عورت اور یتیم کے بارے میں خدائے تعالیٰ سے ڈرو۔" آپ محض ہمارے جذبات کی طرف اپیل نہیں کرتے آپ ہماری قوّت واہمہ یا محبت کی خواہش کو دنیاوی آدمی کی طرح اُبھارنا نہیں چاہتے۔ یتیموں اور عورتوں کے بارے میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف ہماری توجہ کو لگاتے ہیں کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کمزور مخلوق کے ساتھ رحم سے پیش آؤ اور اُن کے حقوق تلف نہ کرو۔ کیونکہ خدا ان کا نگران حال ہے انسان ضعیف ہے۔ بعض دفعہ وہ اپنے جذبات کی پیروی کرتا جو اس کو چاہ ضلالت میں گرا دیتے ہیں۔ خدا کا خوف نہ ہونیکی صورت میں وہ خود غرضی کا شکار ہو سکتا ہے اور اس صورت میں وہ ضمیر کی آواز اور ہمدردی کو بالائے طاق رکھدیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت اور یتیم کے معاملہ میں آپ خدائے تعالیٰ کا خوف یاد دلاتے ہیں۔ تمام اخلاق کی جڑھ خوف خدا ہے۔ نیکی کو نیکی کی خاطر کرنا ایک محض موہوم امر ہے۔ جہاں خود غرضی کا دور دورہ ہو وہاں حسن اخلاق اور صلاحیت نفس کی کوئی امید نہیں۔ اور خود غرضی ایک چیز ہے جو انسان میں اکثر غالب رہتی ہے۔ اس خود غرضی کی اصلاح صرف خوفِ خدا ہے اور کچھ نہیں۔ ورنہ اس مادّی دنیا میں ہر چیز خود غرضی کے بڑھانے اور دوسروں کی پروا نہ کرنے میں ہی مدد دیتی ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک فصیح اللسان انسان کی طرح انسانی ہمدردی کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے تو آپکے الفاظ چنداں مؤثر نہ ہوتے۔ فصیح اللسان انسان بڑے زور شور سے عمدہ الفاظ میں ایک چیز کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے۔ مگر اُس کی تقریر کا اثر صرف آنی ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی حکمت اور کامل دانائی عطا فرمائی تھی اس لیئے انسانی نبض کو آپ تاڑ گئے اور تشخیص مرض کے بعد آپنے وہ نسخہ تجویز فرمایا جو موزون اور مناسب تھا۔ اور

جس سے شفا کی اُمید ہو سکتی تھی۔ ہمارے احساس اور جذبات اگرچہ محرک تو ضرور ہیں اور وہ ہمیں کام کرنے کی کم وبیش تحریک بھی ضرور کر دیتے ہیں مگر ان کا اثر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم مجبور ہو کر وہ کام ضرور کر ہی دیں۔ بعض دفعہ خودغرضی حائل ہو جاتی ہے اور تمام جذبات کو کافور کر دیتی ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے جذبات اور احساسوں کی پیروی کرتے ہیں کم ایسا واقع ہوتا ہے کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ جاویں بلکہ وہ اکثر راہ راستے بھٹک جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ ان کی خودی اور اس کے ساتھ خودغرضی جاتی رہتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اپنی خواہشات کے تابع نہیں رہتے۔ وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس خدائے تعالیٰ کا حکم انکے لئے کافی ہے۔ وہی ان کا عملدر آمد ہے۔ خدا کی محبت اور خوف یہی دو چیزیں ان کے دل پر کامل استیلا پا جاتی ہیں۔ جب ایک دفعہ انسان کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ خدا ہے اور اس نے ایک کامل شریعت انسانوں کے عمل کے لئے نازل فرمائی ہے اس کے بعد اس سے گناہ سرزد ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس امر کی تاکید فرمائی کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے تو آپ نے خدا کی ذات کو درمیان میں ڈالا اور انسانی خواہش کا اس میں دخل نہ رکھا۔

تعدد ازدواج

یہاں تک تو میں نے آنحضرت صلعم کے اقوال کا ذکر کیا ہے اب میں آپکے عملی نمونہ کو لیتا ہوں جو بطور اُسوہ حسنہ آپ ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اس میں پہلی بات جو ہمیں نظر آتی ہے وہ تعدد ازدواج ہے۔ اسلام کے بڑے بڑے نکتہ چین تعدد ازدواج کے مسئلہ کو اسلام کی ایک بڑی کمزوری خیال کرتے ہیں۔ اور اسلام پر حملہ کرنیکے لئے اس کو ایک بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں۔ ذاتی طور پر میں محض نکتہ چینی میں کوئی ہرج نہیں دیکھتا بشرطیکہ تلاش حق اور صدق دل سے ہو۔ لیکن آجکل کی نکتہ چینی میں جو سب سے بڑا عیب ہے

وہ یہ ہے کہ یہ اظہار حقیقت کے لیئے نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر غلط واقعات سے نتیجہ نکالنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ خصوصاً یورپ میں اُس قسم کی فریب دہ نکتہ چینی انکشاف حق کے بہت برخلاف پڑی ہے۔ اسلام کی حقارت کے لیئے کھود کھود کر الفاظ نکالے گئے ہیں اور جان بوجھکر بے حرمتی اور ہتک آمیز الفاظ استعمال کیئے جاتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ اس خس و خاشاک کو منطق کا لباس اور فصاحت و بلاغت کا جامہ پہنایا جاتا اور دنیا کے سامنے اسلام کو ایک بڑی بھیانک شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس بگڑی ہوئی تصویر کے مصور یسوع مسیح کے پیرو پادری صاحبان ہیں۔ اسلام کا اصل چہرہ۔ اس کی سچی فلاسفی اور صحیح منطق آجتک یورپ کے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ اب وقت ہے کہ مسیحی یورپ جو آجکل دنیا میں سب سے زیادہ تہذیب کا مدعی ہے وہ اپنی تمام قوتیں اس سچے مذہب کی تحقیقات میں صرف کرے جو آجتک پادریوں کی مہربانی سے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ عیب چینی کی طرف بڑی توجہ لگائی جاتی ہے لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون سے اصول ہیں جن پر اسلام نے مسائل کی بنا رکھی ہے۔ مسیحی پادریوں کی دھوکہ دہی۔ اور ابلہ فریبی نے بہتوں کو راہ راست سے دور پھینکا ہوا ہے۔ انکا صرف اتنا کام ہے کہ وہ مقدس اسلام پر اعتراض پر اعتراض کرتے چلے جائیں لیکن جھوٹ اور سچ کی کوئی تمیز نہ ہو۔ اور سب سے زیادہ قابل رحم امر یہ ہے کہ مسیحی دنیا اپنی دنیاوی ترقی کے خیال میں اس قدر محو ہے کہ وہ اتنی فرصت بھی نہیں نکال سکتے کہ وہ پادریوں کی مدد کے بغیر بھی اپنے طور پر تحقیقات کرنے پر کمر باندھیں۔

اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بعض حالتوں میں نکاح ثانی کے بغیر چارہ نہیں۔ انسان میں قوائے شہوانی کا غیر معمولی طور پر زیادہ ہونا۔ بعض بیماریوں کی وجہ سے پہلی جورو کا بیکار ہو جانا۔ بچوں کا پیدا نہ ہونا غرض نکاح سے کے . پورا کرنے کے قابل نہ رہنا۔ نرینہ اولاد کا نہ ہونا۔ بیکس بیواؤں کی ہمدردی اور یتیموں سے سلوک۔ اور اس طرح کی بہت سی ایسی حالتیں ہوتی ہیں جہاں لازما

نکاح ثانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی باتیں ہیں جو تعدد ازدواج کی ضرورت کی بڑی مضبوط دلیل ہیں۔ ایک چیز کا اچھا یا بُرا ہونا اُس کے نتیجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے .... شراب خواری۔ جُوا۔ زنا اور دوسرے جتنے جرائم ہیں وہ بُرے ہیں کیونکہ ان سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے امن میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ اگر اس رنگ سے تعدد ازدواج کو دیکھا جائے تو پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ بُرائی کا بالکل برعکس ہے یا بالفاظ دیگر یہ بُرائی کی جڑھ کاٹنے والا ہے۔ اوّل تو اس کی اجازت اس لیئے دی گئی ہے کہ اس سے زنا کی بدکاری رُک جائے۔ اگر یہ نہ کیا جاتا تو بدکاری کا چشمہ پھوٹ بہتا جس کا مشاہدہ خود یورپ کر رہا ہے۔ جس امر کی بنا ایسی پاکیزہ ہو اور جس کے لیئے یہ نیت ہو۔ تو وہ عین برکت اور رحمت ہے۔ عام طور سے اگر مسلمان ممالک کی طرف نگاہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کی وجہ سے نسبتاً مسلمانوں کے اخلاق اطوار اور عادات کیسے پاک رہے ہیں اور مرد و عورت کے ناجائز تعلقات سے جو جرائم پیدا ہو سکتے ہیں انکی اس نے کیسی جڑھ کاٹی ہے۔ اسلامی ممالک کا یورپ سے اگر اس رنگ میں مقابلہ کیا جائے تو بیّن طور سے دیکھا جائیگا۔ کہ اس قسم کے جرائم کی کثرت کس جگہ ہے اور قلت کہاں ہے۔ اسلامی ممالک مسیحی ممالک کے مقابل میں اس قسم کے جرائم سے نسبتاً پاک ہیں جس چیز کی بنا ایسی عمدہ ہو اور جس کے نتائج ایسے پاکیزہ ہوں۔ وہ کیسی اعلیٰ اور ارفع اور پاکیزہ چیز ہونی چاہیئے۔ ہمیں نہیں سمجھ سکتے کہ مسیحی لوگ تعدد ازدواج کے اس قدر کیوں دشمن ہیں جبکہ اُن کے مسلّمہ انبیاء کا خود نمونہ موجود ہے۔ جب تعدد ازدواج پر عمل کرنے سے انکے تقدس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج فرق آجائیگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے معترضین کا مقولہ ہے کہ پہلے عمدہ چیز کو گندہ مشہور کرو اور پھر اس کے برباد کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ جب وہ ایک دفعہ دنیا کو یہ کہدیں کہ فلاں چیز بُری ہے بس پھر کیا ہے۔ دھواں دھار تقریروں سے گالی گلوچ سے اور طعن و تشنیع

سے دنیا کو اس کے برخلاف اکسا دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر اسلامی ممالک کے باشندے ان تعلیموں کے متعلق جو واقعی عمدہ اور قابل تعریف ہوتی ہیں عمدگی کا خیال بھی دل میں لانا گوارا نہیں کر سکتے۔ ضرورت کے وقت اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ مگر اسپر قیود اور شرائط لگا دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (النساء-۱) نکاح کرو اُن عورتوں سے جو تم کو بھلی لگیں۔ دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ لیکن اگر تمھیں خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو۔ وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔ اگر تم چاہو بھی تم اپنی بیویوں کے درمیان پورا عدل نہیں قائم رکھ سکو گے پس چاہیئے کہ بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری لٹکی ہوئی معلوم ہو۔ کیسی دانائی کے بھرے ہوئے الفاظ ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ہمارے دل کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہو۔ فطرۃً جو سب سے زیادہ خوبصورت یا اچھے اخلاق اور زیادہ خوبی والی ہوگی۔ انسان کا دل اسی کی طرف طبعاً مائل ہوگا۔ انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ طبعی خواہش کو دور کر سکے۔ پس چاہیئے کہ ظاہری سلوک کرنے میں وہ کوئی تفریق اور تمیز نہ کرے اور اگر ایسا کر سکے تو پھر کوئی ڈر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل اور انصاف پر زیادہ زور دیا ہے یہ کہنا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ایک بے ہودہ امر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کا نمونہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور نبیوں کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔ بانیٔ اسلام صلعم نے اپنے بے نظیر نمونہ سے ثابت کر دیا ہے کہ عورتوں سے برابر کا سلوک کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہاں خوف خدا ضروری امر ہے۔ اگر تقوی اللہ مدنظر ہے تو کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے ٭ اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

اگر خوف خدا مدنظر ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ بتلاتا ہے۔ تو پھر معاشرت اور تعلقات زن و شوہر اور باہمی سلوک میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ ہاں انسان عیاش ہو تو پھر عیاشی کی جہاں اور بہت سی راہیں ہیں ایک یہ بھی ہے وہاں تو ایک بیوی کی بھی ضرورت

نہیں۔ قرآن شریف تو پہلی قسم کے لوگوں کے لیئے ہدایت پیش کرتا ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں دوسری قسم کے لوگوں کو قرآن شریف سے کیا غرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ نے دکھا دیا ہے۔ کہ باوجود تعدد ازدواج کے اگر انسان خوف خدا کو مدِ نظر رکھ کر اپنی بیویوں سے بوجہ احسن پیش آئے تو انسان کی زندگی اُس سے زیادہ پاکیزہ اور با امن ہو سکتی ہے جیسی کسی ایک بیوی والے کی ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ان النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل یعنی نبی کریم صلعم باری باری اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور عدل کا برتاؤ کرتے تھے پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کانت عند الرجل امرءتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیمۃ و شقہ ساقط۔ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ انکے درمیان عدل نہ کرے۔ تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھے گا کہ اُس کا نصف بدن گرا ہوا یعنی مفلوج ہوگا۔" آپکا اپنا نمونہ اور عدل نہ کرنیوالے کے متعلق جو آپ کا انداز ہے وہ کافی گواہ ہیں۔ کہ آپ بیبیوں میں عدل کرنا کیسا ضروری سمجھتے تھے۔ آپ اُن کو جنگوں میں بھی اپنے پاس سے علیحدہ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کسی جنگ پر تشریف لے جاتے تو آپ بذریعہ قرعہ اندازی یہ فیصلہ کرتے کہ آپکے ساتھ اس دفعہ کونسی بیوی جائے گی۔ اس طرح آپنے ذرا سا موقع بھی نہ دیا کہ آپ پر کوئی یہ الزام لگا سکے کہ آپ نعوذ باللہ ایک کی دوسری سے بڑھکر رعایت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔ تو آپکے لیئے عائشہؓ کے گھر میں ٹھہرنا زیادہ آرام دہ ہو سکتا تھا مگر آپ اس کے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ جبتک کہ آپکی دوسری ازواج نے اپنی پوری رضامندی اور خوشی سے اس امر کی اجازت نہ دیدی

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ریویو

سورہ فاتحہ کی تفسیر پنجابی نظم میں۔ مصنفہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کھرل۔ تفسیر شروع کرنیسے پہلے مصنف نے بہت سے اعتراضات کا پنجابی نظم میں جواب دیا ہے جو سلسلہ احمدیہ پر کیئے جاتے ہیں۔ اسکے بعد سورہ فاتحہ بمعہ ترجمہ لکھکر تفسیر نظم میں کی ہے۔ ۳۲ صفحے قیمت ۱؎ سورۃ البقرہ کی تفسیر۔ اسمیں پہلے پارہ کی تفسیر

حضرت مریم صدیقہؓ کا دردِ زہ اور مسیحی مذہب کا بُطلان

حضرت مسیحؑ کی نسبت جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے فرزند تھے مسیحی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا تھے اور ساتھ ہی خدا کے بیٹے بھی تھے اور اُنکے دنیا میں آنے کی غرض یہ تھی کہ وہ اس گناہ کی سزا سے انسانوں کو نجات دیں جو حوّا کی نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں آیا۔ قرآن شریف نے مسیحی صاحبان کے اس باطل عقیدہ کو جس پر کُل مسیحی مذہب کی بنیاد ہے ایک ہی لفظ کے ساتھ جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے خدائے تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریمؑ کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ (مریم - ۲)

پس حضرت مریمؑ حاملہ ہوگئی ساتھ اُسکے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دُور یعنی جنگل میں۔ پس اُسکو دردِ زہ درخت خرما کے تنے کی طرف لے آیا اُس نے (شدّت درد کی وجہ سے) کہا کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور ہوتی بھولی بھلائی ؛

ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ حضرت مریمؑ کے دردِ زہ کی یہ کیفیت صرف بیان کی آرائش کے لیے ذکر کی گئی ہے اور اس سے بڑھکر اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ایسا نہیں۔ قرآن شریف کا کوئی لفظ بغیر حکمت کے بیان نہیں کیا گیا اس پاک کتاب میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جو بلا ضرورت داخل کیا گیا ہو بلکہ اس کا لفظ لفظ اپنے اندر حکمت رکھتا اور فائدہ سے بھرا ہوا ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ نے جو حضرت مریمؑ کے دردِ زہ کی شدّت کا ذکر کیا ہے یہ بھی فضول طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس ذکر کے اندر ایک ایسا حربہ رکھا ہوا ہے جو مسیحی مذہب کے باطل عقیدہ کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اِس امر کے واضح کرنے کے لیئے کہ یہ آیت کریمہ مسیحی مذہب کی بیخکنی کے لیئے کیسا زبردست ہتھیار ہے۔ میں ناظرین کی توجہ کتاب پیدائش باب ۳ کی طرف پھیرتا ہوں جہاں لکھا

ہے" اور عورت (حوّا) نے جوں دیکھا کہ وہ (ممنوع) درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے اُس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا اور اس نے کھایا..... تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تُو نے یہ کیا کیا۔ عورت بولی کہ سانپ نے مجھکو بہکایا تو مَیں نے کھایا۔ .... اُس نے عورت سے کہا کہ مَیں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تُو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تُو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اُس درخت سے کھایا جس کی بابت مَیں نے تجھے حکم کیا کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تُو اپنی عمر بھر اُس سے کھائے گا اور وہ تیرے لیئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگاویگی اور تُو کھیت کی نبات کھائے گا۔ تُو اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا"

ان درسوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حوّا کے گناہ کی وجہ سے دو قسم کی سزائیں حوّا اور آدم کو دی گئیں۔ عورت کے لیئے تو یہ سزا مقرر ہوئی کہ وہ دردِ زہ سے بچے جنے گی اور مرد کے لیئے یہ سزا تجویز ہوئی کہ وہ مُنہ کے پسینے یعنی محنت کے ساتھ روٹی کمائیگا۔ اور یہ سزا صرف آدم اور حوّا تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اُن کی اولاد بھی اُسی گناہ کی سزا میں شریک ہوگئی جو حوّا سے سرزد ہوا تھا۔ اس کی وجہ مسیحی صاحبان کے نزدیک یہ ہے کہ ہر ایک انسان جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ حوّا کا گناہ بطور ورثہ کے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مسیحیوں کی اصطلاح میں اس گناہ کا نام موروثی گناہ ہے جس سے کوئی انسان پاک نہیں۔ اسی واسطے اُن کا عقیدہ ہے کہ اگر ایک بچہ یسوع مسیح کا بپتسمہ لینے سے پہلے ہی وفات پا جائے تو وہ اس موروثی گناہ کیوجہ سے جہنّم کی جلتی ہوئی آگ میں پھینکا جاویگا۔ ہاں اگر اُس کو موت سے پہلے بپتسمہ دیا جاوے تو وہ اس موروثی گناہ سے پاک ہو کر مریگا۔ اس لیئے وہ دوسرے بچوں کی طرح دوزخ کا نوالہ نہیں بنیگا بلکہ بہشت میں داخل ہوگا۔

مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب یسوع مسیح اس لیئے اس دنیا میں آیا کہ انسانوں کو

گناہ کی سزا سے بچائے۔ مگر اُس کا یہ فضل صرف ایسے لوگوں کے لئے خاص ہے جو اُس پر ایمان لاویں اور اُس کو خدا کا بیٹا بلکہ خود خداوند خدا مان لیں۔ دوسرے لوگ اس فضل سے محروم کئے گئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا درحقیقت یسوع مسیح نے اپنے پیروؤں کو گناہ کی سزا سے بچا لیا ہے۔ کیا مسیحی صاحبان اپنے اس دعویٰ کی تائید میں کوئی قطعی اور یقینی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ اگر کوئی مسیحی جو یسوع مسیح کو خداوند خدا کا بیٹا تسلیم کرتا ہے اتفاق سے چوری یا زنا کا ارتکاب کرے تو کیا وہ سزا سے بچ جائیگا۔ کیا مسیحی سلطنتیں ایسے لوگوں کو جیلخانوں میں بند کر کے سزا کا مزہ نہیں چکھاتیں؟ کیا خود کلیسیا کے افسر اپنے ایسے ماتحتوں کو جو یسوع مسیح کے خون پر ایمان لا کر کسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں سزا نہیں دیتے؟ پھر صرف مسیحی حکام اور کلیسیا کے بزرگ ہی مسیحی قربانی پر ایمان لانیوالے مجرموں کو سزا سے مستثنیٰ نہیں کرتے؟ بلکہ خود نیچر بھی اپنے ایسے مجرموں کو جو مسیح کے پیرو ہوں اسی طرح سزا دیتی ہے جیسے کہ وہ دوسرے لوگوں کو سزا دیتی ہے۔ اگر ایک مسیحی زہر کا پیالہ پی جاوے اُس کا ایمان مسیح کے کفارہ پر خواہ کیسا ہی مضبوط کیوں نہ ہو وہ زہر ضرور اس پر ایسا ہی اثر کریگی جیسا کہ کسی ہندو۔ یہودی یا مسلمان پر۔ غرض مسیحی کوئی ایسا امر پیش نہیں کر سکتے جس سے ظاہر ہو کہ اس دنیا میں وہ غیر قوموں کے مقابل پر گناہ کی سزا سے محفوظ رہتے ہیں؟

یہ امر کہ یسوع مسیح نے کسی متنفس کو گناہ کی سزا سے نجات نہیں دی ایک اور طریق سے بھی ظاہر ہے۔ اگر مسیح اپنے پیروؤں کو گناہوں کی سزا سے نجات دینے کے لئے آیا ہوتا تو ضروری تھا کہ سب سے پہلے موروثی گناہ کی سزا سے اگر کُل دنیا کو نہیں تو کم از کم اپنے بیچاریوں کو ہی نجات دیتا۔ جیسا میں اوپر بیان کر چکا ہوں حوا کے گناہ کی وجہ سے اُس کی اولاد پر یہ سزا وارد کی گئی ہے کہ عورت درد زہ کے ساتھ بچہ جنے گی اور مرد محنت کے پسینے کے ساتھ روزی کمائیگا یہ دو سزائیں ہیں جو دنیا اب تک بھگت رہی ہے اور یہ دونوں سزائیں موروثی گناہ کا نتیجہ بیان کیجاتی ہیں۔ مسیح کو دنیا میں آئے ۱۹۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے مگر اب تک دنیا اس سزا میں مبتلا ہے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے دنیا کو گناہ کی سزا سے نہیں بچایا۔ اگر وہ گناہ کی سزا سے بچانے کے لئے دنیا میں آیا تھا تو کوئی

وجہ نہ تھی کہ وہ اِس موروثی گناہ کی سزا سے دنیا کو نہ بچاتا۔ جس میں خود مسیح کے سچے پیرو بھی اسی طرح گرفتار ہیں جسطرح کہ باقی دنیا کے لوگ۔ یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسیحی عورتوں کا ایمان مسیح کی قربانی پر مسیحی مردوں کی نسبت کئی درجے بڑھا ہوا ہے۔ اور جیسا جوش مسیحی عورتوں میں دیکھا جاتا ہے مردوں میں ایسا جوش نہیں پایا جاتا مگر باوجود اس کے کوئی لیڈی ایسی نہیں پاؤگے جو یہ کہہ سکے کہ مسیح پر ایمان لانے نے مجھی اُس سزا سے بچا لیا ہی جو بائبل کے فتوے اور مسیحی اعتقاد کے بموجب موروثی گناہ کی وجہ سے عورتوں کو بھگتنی پڑتی ہے نہایت پارسا سے پارسا مسیحی لیڈی بھی اسی طرح دردِ زہ کے ساتھ بچہ جنتی ہی جیسے دنیا کی دوسری عورتیں۔ مسیح پر ایمان لانے نے درد کو دور کرنا تو کجا اُس میں کسی قسم کی تخفیف بھی پیدا نہیں کی۔ اور اس سزا کے بھگتنے میں مسیح کی قربانی نے کسی عورت کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچایا۔ جو سزا کا حکم ابتدا میں جاری کیا گیا تھا تمام مسیحی عورتیں اُسکو پوری سختی کے ساتھ بھگت رہی ہیں عام عورتوں کو تو بالائے طاق رکھ، خود وہ بی بی جس کے پیٹ سے وہ دنیا کا نجات دہندہ پیدا ہوا نہایت تکلیف کیساتھ بچے جنا کرتی تھی بلکہ جس وقت اُس نے اُس بیٹے کو جنا جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہی کہ وہ دنیا کو گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیئے آیا تھا اُسوقت بھی جننے کے درد نے اُس بی بی کو نہایت بے تاب کر دیا اور اُسوقت شدید درد نے ایسا لاچار کر دیا کہ وہ بے اختیار ہو کر چیخ اُٹھی يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ ایسے شخص سے کیا اُمید ہو سکتی ہی کہ وہ دوسروں کو گناہوں کی سزا سے بچالیگا جب وہ خود اپنی امّاں کو گناہ کی سزا سے عین اُسوقت جبکہ وہ یہ فضل لیکر دنیا میں قدم رکھنے والا تھا نہ بچا سکا کیا مسیحیوں کے عقیدہ کے بموجب جس درد کے ساتھ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام نے اپنے سب سے بڑے بیٹے یسوع مسیح کو جنا کیا وہ درد اُس کے موروثی گناہ کا نتیجہ نہ تھا۔ ہر ایک مسیحی یہی جواب دیگا کہ ہاں وہ موروثی گناہ کا ہی پھل تھا پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مسیح ہر ایک قسم کے گناہ کی سزا سے بچانے کیلیئے آیا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ سب سے اوّل وہ بی بی جس نے ۹ ماہ اُسکو اپنے پیٹ میں رکھا تھا گناہ کی سزا سے کم از کم اُسوقت بچائی جاتی جب وہ گناہ کی سزا سے نجات دینے والے خداوند یا خداوند کے بیٹے کو جن رہی تھی۔ اگر اُسوقت وہ عورت دردِ زہ کی سزا سے بچائی جاتی تو یہ امر اس بات کا نشان ہوتا کہ دنیا میں ایک ایسا وجود ظاہر ہوا ہی جو دنیا کو ہر قسم کے گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیئے آیا ہی مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔ اب ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ کونسا حربہ ہے جو قرآن شریف کی آیہ کریمہ فَاَجَاءَ......هَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ میں رکھا ہوا ہی قرآن شریف نے یہ کہکر کہ حضرت مریم صدیقہ نے دردِ زہ کے دکھ سے بہت تکلیف اُٹھائی مسیحیوں کے اس عقیدہ کی بیخکنی کر دی ہی کہ یسوع مسیح دنیا میں لوگوں کو گناہ کی سزا سے نجات دینے کیلیئے آیا۔ اگر مسیحیوں کا یہ عقیدہ درست ہوتا تو ضروری تھا کہ کم از کم مریم صدیقہ تو دردِ زہ سے محفوظ رہتی جو مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب گناہ کی سزا ہی۔ جب خود خداوند کی ماں اس سزا سے بچ نہ سکی تو اور کون بچ سکتا ہی غرض جبکہ مسیح نے اس دنیا میں کسی قسم کے گناہ کی سزا سے اپنے پیرووں کو بچانیکا نمونہ نہیں دکھایا تو یہ خیال کرنا بالکل دھوکہ ہی کہ وہ دوسرے عالم میں اپنے پیرووں کو گناہوں کی سزا سے بچالیگا ؛

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان
بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۱۲ء

گو اس سے پہلے بھی صدر انجمن احمدیہ کے بعض صیغوں کے متعلق ضروری امور ماہوار رپورٹ کے رنگ میں درج رسالہ ہوتے رہے ہیں مگر آئیندہ کے لیئے کوشش کیجاویگی کہ ماہوار رپورٹ کے نیچے کُل صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان کے متعلق ضروری حالات احباب کی اطلاع کے لیئے درج ہوتے رہیں تا انکو جنپر توجہ کرنے کی ضرورت ہو ہر ماہ میں توجہ کرنے کا موقع ملتا رہے۔ اس تجویز کے مطابق ذیل میں صیغہ وار رپورٹ درج کی جاتی ہے:

۱۔ صیغہ یتامےٰ

چونکہ یہ صیغہ احباب کی توجہ خاص چاہتا ہے اس لیئے اس کے حالات مالی سال کے شروع سے یعنی ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء لغایت فروری ۱۹۱۲ء پانچ ماہ کے درج کیئے جاتے ہیں تا احباب توجہ کر سکیں:

پانچ ماہ مذکورہ بالا میں آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہے۔ جو چار گنا سے بھی زیادہ ہے۔ گویا فروری کے اخیر پر یہ صیغہ [illegible] کا مقروض ہے۔ اور یہ قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور آمد کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جنوری کے اخیر جو قرضہ [illegible] تھا۔ ایک ہی ماہ میں دوگنے کے قریب ہوجانے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آمد بہت تھوڑی یعنی صرف [illegible] فروری میں ہوئی ہے۔

ان پانچ ماہ میں بیس یتامیٰ کو مدیتامیٰ میں لیا گیا۔ جن میں سے دس یتامیٰ کے کُل اخراجات تعلیم اور اور باقی کو [illegible] ماہوار وظائف دینے انجمن نے اپنے ذمہ لیئے کُل اخراجات دینے کی صورت میں قریباً سات آٹھ روپے ماہوار کم از کم فی لڑکا کا خرچ ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض معزز احباب اپنی سفارش کے ساتھ یتامیٰ و مساکین کی درخواستیں بھجوا دیتے ہیں جن کے رد کرنیکو ہرگز دل نہیں چاہتا۔ مگر فنڈ کی اس نازک حالت کی وجہ سے ایسی کوئی درخواست منظور نہیں ہوسکتی ہاں گنجائش نکلنے پر غور ہوسکیگا۔ یہ مجبوری امر ہے۔ اس لیئے ایسے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ مہربانی فرماکر بجائے درخواستیں بھجوانیکے اس صیغہ کی آمد بڑھانے کی فکر کریں۔ اور جب تک یہ قرضہ اتر کر خرچ کے بالمقابل آمد کی

معقول رقم ماہوار پہنچنے کے کوئی صورت نظر نہ آئیگی کوئی درخواست منظور نہ کی جاویگی۔ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے اس فنڈ ضروری کی ایسی نازک حالت کو معلوم کرکے احباب کی خاص توجہ کیلیئے اشتہار شائع فرمایا ہے جو اس رسالہ میں دوسری جگہ درج ہے ؛

۲- زکوٰۃ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس صیغہ کے بھی پانچ ماہ گذشتہ کے حالات بتائے جاویں۔ چنانچہ آمد ۹۶۱ اور خرچ ۸۳۵ ہے یعنی پانچ ماہ میں آمد ۱۲۶ زیادہ ہوئی۔ ماہ فروری میں آمد صرف ۱۰۹ اور خرچ اسکے بالمقابل ۲۰۱ ہوا ہے۔ گو بالفعل آمد میں قدرے زیادتی ہے۔ لیکن اگر آمد کی یہی رفتار رہی تو ایک ماہ میں نہ صرف بقایا پورا ہوجاویگا۔ بلکہ یہ صیغہ بھی مقروض ہوجاویگا۔ ۱۰۵ کے وظائف ماہوار مساکین مہاجرین کو اور ۲۰ کے وظائف نو مسلموں کو دیئے جاتے ہیں ان وظائف کے علاوہ یکمشت امداد بھی کیجاتی ہے۔ اور غربا کو سفر خرچ دیا جاتا ہے جو حصول دینی تعلیم کے لیئے یہاں آتے اور پھر واپس جاتے ہیں چنانچہ اسوقت بہت سے کابلی اپنے وطن کو واپس ہوئے اور انکو معقول رقم زادِ راہ کے لیئے دی گئی ؛

۳- مساکین

صیغہ مساکین میں بھی گنجائش مطلق نہیں بلکہ جس قدر وظائف دینے کی گنجائش تھی وہ سب کے سب دیئے جاچکے ہیں۔ اور اب گنجائش نکلنے تک کوئی درخواست نہ لیجاویگی۔ بعض معزز احباب کی سفارش سے درخواستیں آئی ہوئی ہیں جو گنجائش نہ ہونے کے باعث زیر غور ہیں۔ ماہ فروری میں اس صیغہ کی آمد ۱۰۵ اور خرچ ۱۱۰ کے قریب ہوا ہائی سکول میں ۲۰ مساکین کو ۳ ماہوار کے وظائف مدرسہ احمدیہ میں ۱۶ کو ۳ ماہوار کے شاخ صنعتی میں ۲ کو ۴ ماہوار کے اور بیرونی کالجوں میں چار کو ۱۰ ماہوار کے وظائف ملتے ہیں۔ ان وظائف کے علاوہ خرید کتب و فیس داخلہ امتحان کے لیئے یکمشت مدد دی جاتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ چار پانچ ماہ میں ۱۰۰ کی یکمشت مدد کالجوں وغیرہ میں مساکین طلبا کو دی گئی ہے۔ اسوقت تین طالب علم اسلامیہ کالج لاہور میں یعنی ایک بی۔ اے میں اور دو ایف اے میں ایک بی۔ اے کلاس علیگڈھ کالج میں تعلیم پاتا ہے ؛

۴۔ اشاعت اسلام

اس صیغہ کی آمد بابت ماہ فروری [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا ہے۔ خریدار ریویو انگریزی ۴ کی زیادتی اور اردو ۲۰ کی کمی اور تفسیر میں ۲ کی کمی واقع ہوئی۔ کمی کی وجہ خریداروں کے نام وی پی کرنا ہے ایسے موقع پر عموماً خریدار کم ہو جایا کرتے ہیں بابو اختر علی صاحب کورٹ انسپکٹر دیوگڑھ اور قاضی محمد یوسف صاحب ساکن پشاور نے ریویو کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا ہے۔ جزاہم اللہ خیراً۔ تمام احباب نے تاحال ریویو کی اشاعت کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ تمام احباب کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی تعمیل کے لیے جان توڑ کر کوشش کریں کہ ریویو کا دس ہزار خریدار ہو جاوے۔ اور چار لاکھ سے زیادہ تعداد کی جماعت میں دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ذیل میں حضرتؑ کا وہ تاکیدی ارشاد اس جگہ نقل کیا جاوے۔

"اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیے اس جماعت میں دس ہزار اردو یا انگریزی کا خریدار پیدا ہو جائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔" توجہ دلانے کے لیے ہمارے احباب نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اور رسالہ کی تعداد خریداری میں بجائے زیادتی ہونے کے اُلٹی کمی واقع ہوئی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی جماعت کے مخلص احباب کو مفصلہ ذیل الفاظ میں مخاطب کرنا کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسوقت توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہانتک اُنسے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔ دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے۔ اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجا لانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا" اور پھر اتنک رسالہ کی خریداری کا دس ہزار کیا دو ہزار تک بھی نہ پہنچنا کیا سخت قابل افسوس نہیں؟ کیا جماعت کے مخلص جوانمردوں کے دل حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد کو سنکر اور رسالہ کی خریداری کا یہ حال دیکھکر نہیں پگھلتے۔ کہ باوجود رسالہ کے جاری ہوئے دس سال گذر جانیکے

اب تک اس کی خریداری کی تعداد دو ہزار تک بھی نہیں پہنچی - بلکہ جو تعداد حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں تھی - اس میں بھی روز بروز تنزل آتا جاتا ہے - بعض احباب کثرت اخراجات یا عدم گنجایش کا عذر کر کے رسالہ بند کرا دیتے ہیں یا اس کو نہیں خریدتے - اے میرے دوستو! جو مال نیکی کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اس سے کچھ کمی نہیں ہوتی بلکہ وہ مال بڑھ چڑھ کر واپس ملتا ہے - اسی اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کریگا میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجاویگی - کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے - پس جو شخص خدا کیلئے کچھ حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائیگا - لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئیگا - یہ خیال مت کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے" ریویو کی اشاعت میں خصوصیت سے سکرٹری صاحبان انجمنہائے کو حصہ لینا چاہیئے ⁂ منشی محمد عبد اللہ خان صاحب گرداور قانونگو حلقہ مدکی ضلع لاہور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقسیم بنگال والی پیشگوئی کے پورا ہونے پر دو غریب طلباء کے نام ریویو اردو جاری کرایا - جزاہم اللہ خیرا -

۵ - مدرسہ احمدیہ

اس صیغہ کا خرچ ماہ فروری میں [illegible] ہوا اور آمد [illegible] ہوئی - تعداد طلباء ۸۴ ہے جو گذشتہ ماہ کے برابر ہے - اس ماہ دفتر مدرسہ میں بوجہ زیادتی کام پورے وقت کا محرر رکھا گیا - یہ کام پہلے الاؤنس پر ہوتا تھا - آمد میں [illegible] آمد بورڈنگ ہوس ہے جو بذریعہ فیس وغیرہ ہوئی - اور ۱۰ روپے کی آمد بذریعہ چندہ ہوئی -

۶ - مقبرہ بہشتی

اس صیغہ کی آمد [illegible] اور خرچ [illegible] بابت ماہ فروری ہے - ماہ دسمبر میں حاجی عمر ڈار صاحب کشمیری نے دو سو روپیہ میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرتسر نے ایک سو الٰہی بخش صاحب ساکن زیرہ ضلع فیروزپور نے ایک سو شیخ رحیم بخش صاحب ساکن جموں نے

پچاس۔ اور مسماۃ حیات نور ساکن بھڈال ضلع سیال کوٹ نے ۵ر اور سید ناصر شاہ صاحب علاقہ جموں نے ۱۱للعہ بحساب وصیت ادا کیئے اور حکیم غلام محی الدین صاحب نے فروری میں ۱۱ عہ بھیجے ماہ جنوری و فروری میں ایک ایک عورت مقبرہ میں دفن ہوئی۔ جنہوں نے وصیت کی ہوئی تھی۔

۷۔ صیغہ جائداد

بورڈنگ کی عمارت کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اور عمارت ہائی سکول کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ گذشتہ نمبر میں احباب کو اس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ اس عظیم الشان کام کے شروع کرنے اور پھر تکمیل کے لیئے روپے کی بہت ضرورت ہے، اور فراخ حوصلگی سے روپیہ بھیجنے کی طرف احباب کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اس صیغہ کی ماہ میں ۱۰۰۰۰ ررر آمد ہے۔ دس ہزار تو عطیہ گورنمنٹ ہے اور رقم چندہ از احباب صرف للعہ ہے۔ مزید امداد عمارت بورڈنگ ہوس و عمارت ہائی سکول کیلیئے چھپن ہزار کی درخواست برائے امداد گئی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کو کافی روپے کے عطیہ سے ممنون فرمائے گی۔

۸۔ دفتر محاسب

ماہ جنوری میں سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن نے اسامعہ ضروریات انجمن کے لیئے ۱۱ صعہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ اور ماعہ اہلبیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیئے بھیجا۔ منشی دلیداد صاحب مثلخواں بنگلہ کوٹ خدا یار خاں نے ۵ر اور منشی محمد عبد اللہ صاحب منشی ضلعدار نے لعہ کی رقم جو انکو دربار دہلی کے موقع پر بطور انعام ملی تھی انجمن کو مرحمت فرمائی۔ محاسب صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ آمد سے خرچ ماہ بڑھ رہا ہے خصوصاً صیغہ یتامیٰ۔ جائداد اور مدرسہ احمدیہ دن بدن مقروض ہو رہے ہیں۔

علاوہ ان صیغوں کی رپورٹوں کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انجمن احمدیہ پشاور نے ۹ کتابیں بزبان پشتو اور ایک بزبان فارسی چھاپ کر اس علاقہ سرحدی میں مفت شائع کی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ تبلیغ کا یہ بھی بہت عمدہ ذریعہ ہے۔

اشتہار ضروری

مجھے اس بات کو معلوم کرکے بہت افسوس ہوا ہے کہ فنڈ یتامیٰ اس وقت پانچ چھ سو روپے کا مقروض ہے اور جہاں اس کے اخراجات دو سو روپے ماہوار کے قریب یا اس سے بھی بڑھے ہوئے ہیں آمدنی پچاس روپے ماہوار بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ اس لیے میں جماعت کے مخلصوں کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ مذہب اسلام کے دو ہی بڑے جزو ہیں ایک طاعت لامر اللہ اور دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اس دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یتامیٰ کی خبرگیری کے لیے سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں صدقات کا ذکر آیا ہے۔ وہاں یتامیٰ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پارہ دوم میں قرآن شریف میں فرمایا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۔ اس آیت میں حقیقی نیکی کو انہی دو حصوں پر منقسم فرمایا ہے جن میں سے پہلے حصہ میں ایمان و طاعت لامر اللہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں مال کے خرچ کرنے یا شفقت علیٰ خلق اللہ کا حکم ہے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ میں ذوی القربیٰ کے بعد دوسرے درجہ پر مستحق امداد یتامیٰ کو قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کے متعلق جو تاکید فرمائی ہے اس سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی۔ یعنی مؤمن باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کے حکم میں ہیں اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو اسکی خاطر سارا جسم تکلیف اٹھاتا ہے۔ اور پھر خصوصیت سے ان بیکس بچوں کی

رحم کے لیئے جنہیں یتیم کہتے ہیں فرمایا - انا و کافل الیتیم له و لغیرہ فی الجنة ھٰکذا یعنی میں اور وہ شخص جو یتیم کی خبر گیری کرتا ہے جنّت میں اسطرح اکٹھے ہونگے جسطرح دو انگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں - ایک سچّے مومن کی آرزو اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ نہ صرف جنّت میں ہو بلکہ جنّت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو - اس کے لیئے فرمایا کہ جو یہ چاہتا ہے وہ یتیم کا کفیل بن جاوے خواہ وہ یتیم کوئی اپنا رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو *

میرے دوستو! تم میں سے کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنّت میں ہو پس چونکہ تم علیحدہ علیحدہ تو یتیموں کے کفیل بن نہیں سکتے اگر تم اس ثواب میں شریک ہونا چاہو تو یتیم فنڈ کے لیئے کچھ اپنے ذمہ لگا لو خواہ وہ تھوڑی رقم ہی ہو - یہاں انجمن کی زیر نگرانی تمھاری قوم کے بہت سے یتیم بچّے پرورش پا رہے ہیں اور بہت سے ہیں جن کی درخواستیں آئی ہیں پس تم میں سے جو شخص انکی پرورش کیلیئے چندہ دیتا ہے وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے -

میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کرکے یتیم فنڈ کی موجودہ حالت کو ایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ اس کے لیئے دوبارہ مجھے کہنے کی ضرورت نہ ہو - والسّلام

نورالدّین

مژدہ ہدیہ سیغہری یعنی تفسیر مظہری مصنفہ حافظ قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی

یہ امر تو مسلم ہے کہ بہترین مفسر معانی اسرار قرآنی ہی صلعم ہیں جبکہ اس تفسیر میں ہر آیت کی تفسیر آیات و احادیث و آثار سے ہی کیگئی ہے ذیں ہی تفسیر بہترین تفسیر ہے قاضی صاحب کو بوجہ انکے کمال تبحر کے انکے پیر صاحب علیہ الرحمة بلقب علم الہدٰے اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بلقب بیہقی ثانی فرمایا کرتے تھے ۱۳۰۵ھ مولوی رکن الدین صاحب حصاری نے ابتدائی چار سورتیں چھپوائیں اسکے بعد اب پانچویں سورة مائدہ سے چھپوائی جا رہی ہے اور سورہ والناس تک مسلسل چھپوا کر انشاء اللہ ابتدائی چار سورتیں بھی چھپوائی جاینگی یہ تفسیر بے نظیر اب تک اس لیئے طبع نہوئی کہ اسکے صرف پانچ ہی نسخہ جات قلمی ہندوستان میں ہیں مختصر مضامین یہ ہیں شان نزول آیات تفسیر ہر آیت باحادیث مع تنقید روات تطبیق آیات با آیات مذاہب قراء اربعہ بیان مقطعات و محکمات بیان ناسخ و منسوخ متفقہ صحابہ کرام سراپا دعوات قصص احسنہ نکات تصوف تردید مذاہب معتزلہ وغیرہ

مندرجہ ذیل کتابیں دفتر میگزین قادیان سے مل سکتی ہیں۔ تمام خط و کتابت بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور ہونی چاہیئے۔

الذکر ۲ر
الوصیت ۱ر
اجرومیہ عربی ۰ر
اوامر نواہی عربی ۹ر
اظہار حق ۵ر
براہین احمدیہ مکمل چہار جلد عہ
برکات الدعا ۲ر
پارہ الٓم وسیقول ۲ر
پارہ سوم ۱ر
چشمہ مسیحی ۳ر
رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۰۸ء ۳ر
سرمہ چشم آریہ اردو ۱۲ر
سلسلہ دینیہ اردو عربی شر
ضرورت امام اردو ۱۰ر
قرآن شریف خوشخط صحیح بے جلد عہ
مبادی الصرف اردو ۱ہ
ہدایات یسرنا القرآن اردو ۔ر
یسرنا القرآن عربی ۱۰ر
یسرنا القرآن اردو ۱ر
نزول مسیح اردو ۴ر
الحق لدھیانہ اردو ۶ر

الحق دہلی اردو ۸ر
اعجاز احمدی عربی ۴ر
الہدیٰ عربی مترجم اردو ۶ر
ابطال الوہیت مسیح اردو ۱ر
اسلامی اصول کی فلاسفی اردو ۴ر
تذکرۃ الشہادتین اردو ۵ر
تذکرۃ الشہادتین فارسی ۳ر
تقریروں کا مجموعہ اردو ۳ر
تقریریں اردو ۲ر
تحفہ قیصریہ اردو ۲ر
تحفہ ندوہ اردو ۰ر
جنگ مقدس اردو ۶ر
حمامۃ البشریٰ عربی مترجم اردو نصف ۸ر
حجۃ الاسلام اردو ۔ر
حضرت اقدس کا ریویو اردو ۔ر
خطبہ الہامیہ عربی مترجم اردو فارسی عہ
خزینۃ المعارف حصہ اول اردو ۴ر
خزینۃ المعارف حصہ دوم اردو ۸ر
خلافت راشدہ حصہ اول اردو ۸ر
خلافت راشدہ حصہ دوم اردو ۴ر

دینیات کا رسالہ اردو ۱ر
دعوۃ دہلی اردو ۱۰ر
دعوۃ ندوہ اردو ۱۰ر
دعوۃ الحق اردو شر
دافع البلا اردو ۱ر
راز حقیقت اردو ۱ر
سیرۃ الابدال عربی ۱۰ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب اردو ۲ر
سناتن دھرم اردو ۰ر
ستارہ قیصرہ اردو ۰ر
شہادۃ القرآن اردو ۴ر
صیان القرآن اردو ۳ر
فضل حق اردو ۱ر
کشف الغطاء اردو ۲ر
لغات القرآن حصہ اول اردو ۸ر
لغات القرآن حصہ دوم اردو عہ
لیکچر لاہور اردو ۱۰ر
لیکچر سیالکوٹ اردو ۱۰ر
مواہب الرحمٰن عربی با ترجمہ ۴ر